

اختلافِ قراءات کے تفسیری اثرات: "حاشیة الجملة" کے منتخب مباحث کا مطالعہ  
 (Interpretive Effects of Variant Readings of the Quran: A Study  
 of Selected Discussions from "Hāshiah al-Jamal")

Abdul Nasir

*Doctoral Candidate Islamic Studies, The University of Faisalabad*

Qammar Aziz

*M Phil Scholar Islamic Studies, Qurtuba University of Science & Information  
 Technology, Dera Ismail Khan*

Dr. Matloob Ahmad

*Chairman, Department of Islamic Studies, The University of Faisalabad*

**Abstract**

Variant readings of the Quran and their interpretive effects are discussed in different commentaries of the Quran. This paper studies the selected discussions in this regard from *Hāshiah al-Jamal* by *Sulaimān Ibn 'Umar al-Jamal* (1204 AH), a commentary on prominent *tafsīr* work *al-Jalālayn* by *Jalāl al-Dīn al-Maḥallī* (791AH-864AH) and *Jalāl al-Dīn al-Suyūṭī* (849AH-911AH). It concludes from a study of three selected verses: *al-Baqarah* 37, 148 and *Āl-e-Imrān* 81, that the frequent readings have interesting and constructive effects on *Qur'ānic* exegesis. The study finds that in the Islamic world *Qirā'āt* by the majority of *Qānīs* is common and reliable. Although the interpretations of the under discussion two variant readings are different, both are accurate and reliable in their respective positions and are included in the ten frequent readings. Therefore, accepting both as correct would be an accurate decision according to Quran and hadiths of the Prophet (ﷺ).

**Key Words:** Variant readings, *Tafsīr*, effects, *al-Jalālayn*, *al-Maḥallī*, *al-Suyūṭī*, *Hāshiah al-Jamal*

قرآن کی مختلف قراءات کے تفسیری اثرات کو مختلف مفسرین نے اپنی اپنی تفاسیر میں موضوع بحث بنایا ہے۔ جلال الدین محلی<sup>1</sup> (م 864ھ) اور جلال الدین السیوطی<sup>2</sup> (م 911ھ) کی تفسیر "الجلالین" میں بھی متعدد مقامات پر قراءات کو اختصار کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جلالین کے حاشیوں میں سے ایک نمایاں حاشیہ سلیمان الجملی (م 1204ھ)<sup>3</sup> کا "حاشیۃ الجمل" ہے، جس کا اصل نام مصنف کے مطابق "الفتوحاتُ الہیۃ بتوضیح تفسیر الجلالین للدقائق الخفیۃ" ہے<sup>4</sup>، اور جس کا زمانہ تالیف عبدالرحمان بن حسن الجبرتی<sup>5</sup> (م 1237ھ) کے مطابق بارہویں صدی ہجری ہے۔<sup>3</sup> اس حاشیہ کو مفسرین نے جلالین کے حواشی میں سے سب سے زیادہ اہم اور قابل اعتماد قرار دیا ہے۔ علامہ محمد عبدالعظیم الزرقانی<sup>6</sup> (م 1367ھ) نے جلالین کے حاشیوں میں اس حاشیہ کا امتیاز بیان کرتے ہوئے لکھا: "أوسع حواشیه حاشیۃ الجمل".<sup>4</sup> عبداللہ محمد الحبشی<sup>5</sup> نے "جامع الشروح والحواشی" میں حاشیۃ الجمل کا تعارف کرتے ہوئے اسے سب سے بڑے حاشیہ کہا ہے۔<sup>5</sup> اس حاشیہ میں مولف نے دیگر مباحث کے ساتھ ساتھ اختلافِ قراءات کو کافی وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کی سعی کی ہے، بنسبت امام سیوطی<sup>6</sup> کے وہ اسے مختصر بیان کرتے ہیں۔ زیر نظر مقالے میں ہم نے حاشیۃ الجمل علی تفسیر الجلالین

<sup>1</sup> آپ سلیمان بن عمر بن منصور اللخیمی المصری الازہری الشافعی ہیں۔ آپ زیادہ تر اہل علم کے ہاں "الجمل" کے لقب سے جانے جاتے ہیں (عبدالرزاق بن حسن الدمشقی، حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر (بیروت: دار صادر، 1413ھ)، 1: 692۔) عبدالرحمان<sup>2</sup> کے مطابق الجملی دراصل وہ لقب ہے، جس سے علامہ سلیمان مشہور ہوئے اور اللخیمی کی نسبت اس مقام کی طرف کی گئی جس میں ان کی پیدائش ہوئی تھی۔ یہ ایک چھوٹی سے بستی کا نام ہے، جو مغربی مصر کی بستیوں میں سے ایک تھی اور اس کو عام طور پر "بمنیۃ الخلیل" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ آپ بعد میں قاہرہ جا کر تحصیل علم میں مصروف ہو گئے (الدمشقی، حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر، 2: 88۔) عمر بن رضا<sup>3</sup> (م 1408ھ) نے "معجم المؤلفین" میں لکھا ہے کہ امام سلیمان بن عمر بن منصور مسلکی اعتبار سے شافعی تھے، مفسر ہونے کے ساتھ ساتھ فقہ بھی تھے؛ اکثر و بیشتر علمائے کرام کی مجالس میں شرکت بھی کرتے تھے؛ خود بھی پائے کے عالم دین اور مبلغ اسلام تھے۔ (عمر بن رضا، معجم المؤلفین (بیروت: دار احیاء التراث العربی، س ن)، 4: 271۔) شیخ سلیمان بن عمر نے شادی نہیں کی، آخری ایام میں درویشی لباس زیب تن کرتے ہوئے دیہاتی رومال، پگڑی اور چادر پہنے رکھتے تھے، اسی طرح زہد اور اصلاح میں مشہور ہونے کے ساتھ ساتھ مشائخ اور اولیائے کرام کے مزارات میں آمد و رفت کو باعث سعادت سمجھ کر تادم حیات جاری رکھا۔ (کحالیہ، معجم المؤلفین، 4: 271۔) گیارہ ذی القعدہ بارہ سو چار ہجری میں قاہرہ شہر میں وفات پائی۔ (لدمشقی، حلیۃ البشر فی تاریخ القرن الثالث عشر، 1: 695۔)

<sup>2</sup> سلیمان بن عمر بن منصور الجملی، الفتوحات الہیۃ بتوضیح تفسیر الجلالین للدقائق الخفیۃ (کوئٹہ: مکتبہ رشیدیہ، س ن)، 1: 3؛ خیر الدین بن محمود الزرقانی<sup>3</sup> (م 1396ھ) نے "الاعلام" میں اسے "الفتوحاتُ الہیۃ" کے نام سے یاد کرتے ہوئے واضح کیا ہے کہ یہ حاشیہ اس قابل تھا کہ اس کا نام الفتوحات، الہیۃ ہی رکھا جائے۔ (خیر الدین بن محمود بن محمد الزرقانی، الاعلام (بیروت: دارالعلم للملایین، 2002ء)، 3: 131۔)

<sup>3</sup> عبدالرحمان بن حسن الجبرتی، تاریخ عجائب الآثار فی التراجم والاخبار (بیروت: داراللمیل، س ن)، 2: 88۔

<sup>4</sup> محمد عبدالعظیم الزرقانی، مناقب العرفان فی علوم القرآن (قاہرہ: مطبعۃ عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاء، س ن)، 2: 303۔

<sup>5</sup> عبداللہ بن محمد الحبشی، جامع الشروح والحواشی (قاہرہ: حقوق الطبع محفوظہ للجمع التثاقفی، 1452ھ)، 3: 611۔

سے چند آیات منتخب کی ہیں، جہاں اختلاف قراءات نے حوالے سے زیادہ بحث ملتی ہے، اور جس کی وجہ سے تفسیر پر اثر پڑتا ہے۔ حاشیہ الجمل کی عبارت کی توضیح کے بعد دیگر مفسرین کے اقوال کی روشنی میں قراءات عشرہ متواترہ کے تفسیری اثرات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ جو آیات منتخب کی گئی ہیں ان میں البقرہ آیت نمبر 37 اور 148، اور آل عمران آیت نمبر 81 شامل ہیں۔

### حاشیہ البقرہ آیت 37

علامہ الجمل اپنے حاشیہ میں سورۃ البقرہ کی آیت 37 فَتَلَقَىٰ آدَمُ مِنْ رَبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ إِنَّهُ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ کی تشریح کرتے ہوئے قراءات عشرہ متواترہ کے تفسیری اثرات کو درج ذیل الفاظ کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

(قوله وفي قراءة) ای لابن کثیر بنصب آدم ورفع کلمات علی انها فاعل وأدم

مفعول. وقرأ الباقرن برفع آدم مع النصب کلمات اسنادا للفاعل لآدم -<sup>6</sup>

قوله وفي قراءة، یعنی ابن کثیر نے لفظ "آدم" کو نصب یعنی مفعول بنایا اور لفظ "کلمات" کو رفع کے ساتھ فاعل بنا کر پڑھا ہے۔ اور باقی قراء کرام نے لفظ "آدم" کو مرفوع یعنی فاعل بنایا جب کہ لفظ "کلمات" کو منصوب یعنی مفعول بنا کر پڑھا ہے۔

اس آیت میں دو قراءات متواترہ پائی جاتی ہیں: پہلی قراءت میں لفظ "آدم" کو فاعل اور "کلمات" کو مفعول بنایا گیا ہے اور دوسری قراءت میں لفظ "آدم" مفعول اور "کلمات" فاعل ہے۔<sup>7</sup> اس اختلاف قراءات کی وجہ سے علامہ الجمل نے اس پر تفصیلی بحث کی ہے۔ حقیقی طور پر "تلقى آدم للكلمات" کا مفہوم یہ ہو گا کہ حضرت آدم نے ان کلمات کو ملنے کا خوش دلی کے ساتھ استقبال کیا اور ان کی ضرورت پڑنے کی صورت میں ان پر عمل بھی کیا۔ اور "تلقى الكلمات لآدم" کا مفہوم یہ ہو گا کہ وہاں سے ان خاص کلمات کا حضرت آدم کے لیے مل جانا اور ان کے ساتھ متصل ہونا (در حقیقت آدم کے لیے ایک بڑی کامیابی کا موقع تھا)، اور یہ دونوں معانی مجازی طور پر استعمال ہوئے ہیں، اس لیے کہ لفظ "تلقى" حقیقی طور پر اس جملہ کا استقبال کرتا ہے، جو اس کے بعد آتا ہے۔ در حقیقت اس نازک موقع پر حضرت آدم، اماں حواء کے ساتھ ان کلمات کے توسل میں یقیناً شریک تھیں۔ مثال کے طور پر سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا...<sup>8</sup> اور یہاں پر اماں حواء علیہا السلام حکماً حضرت آدم کے تابع ہیں، اور اسی وجہ سے قرآن اور سنت کے اکثر مقامات میں عورتوں کا تذکرہ نہیں کرتے۔ الجمل مزید فرماتے ہیں کہ صحیح قول کے مطابق یہی کلمات "سبحانك اللهم وبحمدك وتبارك اسمك وتعالى جدك لا اله

<sup>6</sup> الجمل، الفتوحات الالهية بتوضیح تفسیر الجلالین للذائق الحقیقی، 1: 44۔

<sup>7</sup> ابو الخیر شمس الدین محمد بن محمد بن الجزری، النشر فی القراءات العشر (بیروت: المطبعة التجارية الکبریٰ، س ن)، 2: 159؛ ابو الحسن علی بن محمد بن سالم النوری الصفاقسی، غیث النفع فی القراءات السبع (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1425ھ)، 38؛ ابو عبد اللہ محمد بن شریح، الکافی فی القراءات السبع (بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1421ھ)، 62۔

<sup>8</sup> الاعراف 23:7۔

الا انت ظلمت نفسی فاغفر لی انه لا یغفر الذنوب الا انت "دعائے مستجاب بنے تھے۔<sup>9</sup> مزید تفسیری اثرات کے بارے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو توبہ کرنے کے لیے کلمات سکھائے۔ پس انھوں نے یقیناً طور پر اپنے رب سے وہ کلمات سیکھے؛ انھی باہر کت کلمات کے ذریعے سے تائب ہوئے۔ سو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی توبہ کو ہر حال میں شرف قبولیت سے نوازا اور آپؑ سے جو لغزش ہوئی تھی، اس کو بھی معاف فرما دیا۔ امام الطبریؒ (م 310ھ) فرماتے ہیں کہ مجھے حدیث میں بھی "فتلقی آدم من ربہ کلمات" والے کلمات کا ثبوت ملتا ہے کہ رفع لغزش کے لیے حضرت آدم اور حضرت اماں حواء علیہما السلام کو رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ<sup>10</sup> کے الفاظ یاد کروائے گئے تھے۔<sup>11</sup> اور اہل تاویل علمائے سلف و خلف کے نزدیک زیادہ معتبر یہ ہے کہ لفظ "آدم" کو فاعل جب کہ لفظ "کلمات" کو مفعول بنایا جائے۔ اور ہر اس کام پر اعتراض کی گنجائش باقی نہیں رہنا چاہیے، جس پر علمائے کرام کا اجماع ہو جائے، اگرچہ اس میں سہو اور خطا کا احتمال جائز ہے۔<sup>12</sup> مزید علامہ السمین الجلیؒ (م 756ھ) فرماتے ہیں کہ امام بن کثیرؒ (م 120ھ) نے لفظ "آدم" کو نصب جب کہ "کلمات" کو رفع کے ساتھ پڑھا ہے، اس صورت میں مفہوم یہ ہو گا کہ جس نے آپ سے ملاقات کی تو یقیناً طور پر آپ کی بھی ان سے ملاقات ضرور کی ہوگی۔ پس درست بات یہ ہے کہ فعل کی نسبت ہر ایک کی طرف کی جائے۔ اور کہا گیا ہے کہ جب کلمات، توبہ کے لیے سبب بنے تو اس کو فاعل بنایا جائے۔ اور اس قراءت میں فعل کو مؤنث نہیں بنایا گیا۔ اور اگر فاعل مؤنث غیر حقیقی یا مؤنث مجازی ہو تو اس صورت میں فعل کو مؤنث لانا جائز ہوگا۔<sup>13</sup>

دونوں قراءات کا مفہوم ایک دوسرے سے ظاہر ہے؛ بغیر کسی نقص کے مکمل ہونے والے ہیں۔ دونوں قراءتوں کے معانی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہے۔ سو وہ توبہ جس کو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ پر احسان کیا، اپنے قول "فتلقی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انه هو التواب الرحیم" میں اس کا فائدہ دو حکموں کے لیے ہے کہ دونوں حکم ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتے۔ اول یہ ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی رحمت اور ساتھ ہی ان کلمات کے ذریعے سے آدمؑ کی تعلیم کا ارادہ بھی کیا گیا اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آدمؑ کی طرف ارسال بھی کیا گیا۔ دوسرے یہ کہ آدم علیہ السلام نے ان کلمات کو سیکھنے کے بعد ان پر عمل کر کے بھی دکھا دیا کہ حکم خداوندی کو ہر حال میں بجالانا ہر ایک نبی اللہ و رسول کا کام ہے۔<sup>14</sup>

امام ابن زنجبہؒ (م 403ھ) یوں فرماتے ہیں کہ ابن کثیرؒ کی قراءت کے مطابق کلمات کو فاعل جب کہ آدم کو مفعول بنایا گیا ہے۔ اس کا فائدہ یہ ہو گا کہ وہ کلمات جو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی طرف الہام کیے تھے، انھی کے ذریعے سے وہ اپنے رب سے دعا

<sup>9</sup> الجمل، الفتوحات الالہیہ بتوضیح تفسیر الجلالین للذائق الحقیقیہ، 1: 44۔

<sup>10</sup> الاعراف: 23۔

<sup>11</sup> ابوالفداء حافظ عماد الدین الدمشقی بن کثیر، تفسیر القرآن العظیم (بیروت: دارالفکر، 1997ء)، 1: 147؛ عبدالرحمان بن ابی بکر، جلال الدین السیوطی، الدر المنثور فی التفسیر بالماثور (بیروت: دارالفکر، س ن)، 1: 59؛ محمد بن علی الشوکانی، فتح القدیر (دمشق: دار ابن کثیر، 1414ھ)، 1: 58۔

<sup>12</sup> ابو جعفر محمد بن جریر الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن (بیروت: الموسسۃ الرسالۃ، 1420ھ)، 1: 317۔

<sup>13</sup> ابوالعباس شہاب الدین احمد بن یوسف السمین الجلی، الدر المصون فی علوم الکتاب المکتون (دمشق: دارالقلم، س ن)، 1: 295۔

<sup>14</sup> دکتور عبد الواحد سوزان، الاختلاف فی القراءات القرآنیہ واثرہ فی المعنی (جامعۃ الانبار للعلوم الاسلامیہ، 1430ھ)، 2: 6۔

اور مغفرت طلب کرتے تھے۔ یہی کلمات آدمؑ کی نجات اور توبہ کا سبب بنے تھے۔ پس یہاں لفظ کلمات فاعل ہے اور لفظ آدم مفعول ہے۔ بہر حال جمہور قراء کرام کی قراءت کے مطابق لفظ آدم فاعل اور لفظ کلمات مفعول ہے۔ یہ قراءت اس بات کا فائدہ دیتی ہے کہ آدمؑ نے اپنے رب سے بنفس نفیس خود ان کلمات کو سیکھ لیا، ان کو اخذ کیا، ان کو حفظ کیا، سمجھا اور ان کلمات کے ذریعے سے دعا کی، کیونکہ یہ کلمات آدمؑ کے لائق تھے۔ یہ وہی کلمات تھے جن کی وجہ سے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا مستجاب ہو کر مقبول ہو گئی، اور ان کو بارگاہِ خداوندی میں پیش کیا گیا۔ یہ صحیح روایت کے مطابق "رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ" والے کلمات تھے۔<sup>15</sup>

المنیر اوی اپنی کتاب "اثر اختلاف الاعراب فی تفسیر القرآن" میں فرماتے ہیں کہ دکتور عبداللہ الملاحی نے دو قراءت کو جمع کیا۔<sup>16</sup> اس جمع کرنے کی وجہ سے ہر ایک قراءت دوسری سے ایک مکمل معنی و مفہوم رکھتی ہے۔ اس حیثیت سے حضرت آدم اللہ تعالیٰ سے استغفار اور انابت طلب کرنے میں حرص کرتے تھے۔ یہی حرص کرنا ہی سبب بنا اللہ تعالیٰ کی محبت اور اپنے لیے خاص کرنے کا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو کلمات الہام فرمائے، سو انھی کلمات کے ذریعے سے وہ دعا مانگتے تھے۔ اور انھی کو سیکھتے بھی تھے اور ان کلمات کو سیکھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ عزوجل نے ان کی توبہ کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔<sup>17</sup>

### حاشیہ البقرہ آیت 148

البقرہ کی آیت 148 وَلِكُلِّ وَجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّئُهَا فَاسْتَثْبِقُوا الْخَيْرَاتِ كَا حَاشِيَةِ:

(قوله هومولمها) بکسر اللام فی قراءة غیر ابن عامر علی ان الفاعل مستتر عائذ علی هو وهو عائذ علی کل والمعنی کما اشار الیہ الشیخ المصنف ولکل فریق وجهه ذالک الفریق مولمها نفسه، فالمفعول الثانی محذوف لفہم المعنی. (قوله وجهه) هذا هو المفعول الثانی لاسم الفاعل وهو مولمها، والاول الضمیر. وقوله وفي قراءة الخ۔<sup>18</sup>

(قوله هومولمها) میں امام بن عامر شامی کی قراءت کے علاوہ باقی تمام قراء عشرہ نے لام کو کسر دے کر اسم فاعل کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور اس صورت میں فاعل مستتر ہوگا، جو عود کرے گا لفظ "کل" کی طرف۔ اور مفہوم یہ ہوگا جس کی طرف حضرت الشیخ نے اشارہ فرمایا کہ وہاں ہر فریق کے لیے ایک قبلہ ہوگا، جس کی طرف وہ لوگ بذات خود رخ کریں گے، پس اس صورت میں فہم معنی کے لیے مفعول ثانی محذوف ہوگا۔ اور (قوله وجهه) کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہ اسم فاعل (هومولمها) کے لیے مفعول ثانی ہے، اور مفعول اول ضمیر ہے۔

<sup>15</sup> ابو زرعة عبد الرحمن بن محمد بن زنجلة، حجة القراءات (بيروت: دار الرسالة، س ن)، 95؛

ابو عبد الله الحسين بن احمد بن خالويه، الحجة في القراءات السبع (بيروت: دار الشروق، 1401 هـ)، 237۔

<sup>16</sup> علامہ عبداللہ الملاحی، تفسیر القرآن بالقراءات القرآنیۃ العشر (الناشر اور سن معلوم نہیں)، 74۔

<sup>17</sup> دکتور یوسف المنیر اوی، اثر اختلاف الاعراب فی تفسیر القرآن سورة الفاتحة الی سورة النساء (غزة: الجامعة الإسلامية، 1430 هـ)، 73۔

<sup>18</sup> لجم، الفتوحات الالہیہ توضیح تفسیر الجلالین للذائق الحنفیہ، 1: 121۔

اس تو صیح سے معلوم ہوا کہ "مَوْلَاهَا" پڑھنے کی حالت میں یہ اسم مفعول ہوگا، یعنی اس کی طرف مصروف اور محول ہونے کی صورت میں ایک ضمیر مستتر ہوگی، جو نائبُ الفاعل ہونے کے ساتھ ساتھ مفعولِ اول بھی بنے گی، اور ہائے ضمیر مفعولِ ثانی ہوگی۔ اگر وہ محلِ جر میں ہو تو اضافت کے ساتھ آئے گی اور اگر محلِ نصب میں ہو تو کم از کم مفعول ہونے کی وجہ سے ہوگی، اور عام طور پر اعمال کی وجہ سے نصب دیا جاتا ہے، جس کا ذکر گزر چکا ہے اور زیر کے بارے میں کہا گیا ہے کہ ہر وہ کام جو اسم کے لیے ہوتا ہے، حقیقت میں وہ فاعل ہی بنتا ہے۔ اس آیت میں عام طور پر قراءِ عشرہ کے ہاں دو قراءتوں کا ذکر ملتا ہے، جو درج ذیل ہیں:

☆ (مَوْلَاهَا) یعنی اسم فاعل کے صیغہ سے پڑھا گیا ہے۔ یہ امام ابن عامر شامی کے علاوہ تمام قراءِ کرام کی قراءت ہے

☆ (مَوْلَاهَا) یعنی اسم مفعول کے صیغہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ امام عبد اللہ بن عامر شامی کی قراءت ہے۔<sup>19</sup>

ابن خالویہ (م 370ھ) نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: (هُوَ مَوْلَاهَا) کو امام ابن عامر شامی نے "مَوْلَاهَا" پڑھا ہے۔ اس بارے میں دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ لفظ "المولیٰ" مفعول بہ ہے۔ صیغہ کی اصل "مَوْلَيْهَا" ہے۔ جب یا کو حرکت دی گئی تو اس وقت صرفی قاعدہ کے تحت یا الف سے تبدیل ہو گئی، جمہور قراء کی دلیل یہ ہے کہ جنھوں نے یا اور لام دونوں کو کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جب 'مَوْلَى' نے ارادہ کیا کہ اپنا چہرہ ان کی طرف کر لے تو ایک ہائے ضمیر کو مخذوف ماننا پڑا اور لفظ "المَوْلَيْهَا" یہاں فاعل ہے۔<sup>20</sup> نیز ہر قوم کے لیے ایک قبلہ مقرر کیا گیا، جس کی طرف وہ متوجہ ہوتے ہیں۔ باقی قراء نے (مَوْلَيْهَا) پڑھا ہے، اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ وہ لوگ اس کی پیروی کرنے والے اور راضی ہونے والے ہیں۔ جمہور قراء کی دلیل ابن مجاہد کی تفسیر میں اس طرح سے آئی ہے: "وَلِكُلِّ وَّجْهَةٍ هُوَ مَوْلَاهَا" یعنی ہر مذہب والوں کے لیے ایک قبلہ ہے۔ اور "هُوَ مَوْلَيْهَا" در حقیقت ان کا اصل مستقبل ہے جس کی طرف وہ لوگ رخ کر کے کسی بھی قسم کی عبادات کو بجالاتے ہوئے سر بسجود ہوتے ہیں۔<sup>21</sup>

### قراءات کے تفسیری اثرات

قراءات متواترہ کے تفسیری اثرات: اللہ تعالیٰ کا فرمانِ گرامی "وَلِكُلِّ وَّجْهَةٍ هُوَ مَوْلَاهَا" میں وَّجْهَةٌ فِعْلَةٌ کے وزن پر آیا ہے اس کا مصدر کسی بھی شکل میں آجائے واحد کا معنی دے گا۔ وَّجْهَةٌ سے مراد قبلہ ہی ہے، یعنی وہ لوگ آپ کے قبلہ کی پیروی نہیں کرتے تو آپ بھی ان کے قبلہ کی پیروی نہ کریں۔<sup>22</sup> یہ قبلہ یا تو حق کے لیے ہو گا یا خواہش کے لیے۔ اللہ تعالیٰ کا قولِ ثانی

<sup>19</sup> احمد بن موسیٰ بن مجاہد، کتاب السبعین فی القراءات، (مصر: دار المعارف، 1400ھ)، 171؛ ابو محمد علی بن ابی طالب القیس، الکشف عن وجوه

القراءات السبع وعللها وحججها (بیروت: الموسسة الرسالیه، 1404ھ)، 1: 267۔

<sup>20</sup> ابن خالویہ، الحجۃ فی القراءات السبع، 90؛ ابن مجاہد، کتاب السبعین فی القراءات، 172۔

<sup>21</sup> ابن زنجید، حجة القراءات العشر، 117۔

<sup>22</sup> ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح للبخاری، (بیروت: دار ابن کثیر، 1422ھ)، 4: 1236، رقم الحدیث: 4222؛ سعید ابن منصور، التفسیر من سنن سعید بن منصور (الریاض: دار الصمیعی للنشر والتوزیع، 1417ھ)، 1: 229؛ عبد اللہ ابو بکر بن ابی شیبہ، الکتاب المصنف فی الاحادیث

والآثار (الریاض: مکتبۃ الرشید، 1409ھ)، 1: 295۔

(هُؤْمُوْلَيْهَآ) هُوَ ضَمِيرٌ كَامْرَجٍ لَفْظِ كُنْ هَـ نَهْ كَهْ اَسْ كَا مَعْنَى وَ مَفْهُومٌ - اِگر هُوَ ضَمِيرٌ كَامْرَجٍ كُلِّ كَهْ مَعْنَى پَر هُو تَا تَوْ عِبَارَتٌ: "هُمُ مُؤَلُّوْهَآ وَ جُوْهَهُمْ" هُو تَى - مَذْكُورَهْ عِبَارَتٌ كَهْ مَطَابِقِ الْفِ كَهْ مَفْعُولِ اَوَّلِ جَبْ كَهْ مَفْعُولِ ثَانِي كَهْ مَحْذُوفٌ مَانَا پَرُ ثَنَا تَهَا، اَيْعْنَى هُوْمُوْلَيْهَآ وَجْهَهُ وَنَفْسَهُ - اَسْ كَا مَفْهُومٌ يَهْ هُوْ كَا كَهْ هَر مَذْهَبٌ كَهْ مَانِنِ الْوَالِوُنْ كَهْ لِیْهَ اَيْكٌ قَبْلَهْ هَـ، صَاحِبٌ قَبْلَهْ اِپْنِے چِهْرُوُنْ كُو اَسْ طَرَفِ مَوْثَرْتِ رَهْتِے هِيْن - اِمَامٌ عَلِيٌّ بِنُ سَلِيْمَانَ نَّ فَرَمَا يَا كَهْ مُؤَلِّیْهَآ سَهْ مَرَادٌ مُتَوَلِّیْهَآ هَـ<sup>23</sup> اِمَامُ الْقُرْطُبِيُّ (م 671 هـ) كِي تَوْضِيْحٌ كَا خِلَاصَهْ يَهْ هَـ كَهْ حَضْرَتٌ عَبْدِ اللّٰهِ بِنُ عَبَّاسٍ اَوْر اِمَامٌ عَبْدِ اللّٰهِ بِنُ عَامِرٍ شَآمِيٌّ نَّ (مُؤَلَّآهَآ) كُو اِسْمٌ مَفْعُولٌ بِنَا كَرُ پَرُ هَا - اِسْ قِرَاةٌ كِي بِنْيَادِ پَر ضَمِيرٌ وَاَحَدٌ كَهْ لِیْهَ هُوْ كِي - اَيْعْنَى لُوْ كُوُنْ مِيْنْ سَهْ هَر اَيْكٌ كَهْ لِیْهَ اَيْكٌ قَبْلَهْ هَـ، جَسْ كِي طَرَفٌ وُهْ مَصْرُوفٌ رَهْتِے هِيْن - اِمَامُ الزَّجَّاجُ نَحْوِيٌّ فَرَمَاتِے هِيْن<sup>24</sup> يَهْ مُمْكِنٌ هَـ كَهْ اَيْكٌ جَمَاعَتٌ كِي قِرَاةٌ كِي رُوشَنِي مِيْنْ (هُؤ) ضَمِيرٌ اللّٰهِ كَا نَامٌ هُوْ، اِسْ وَقْتٌ ظَاہِرَاتٌ يَهْ هَـ كَهْ فَاعِلٌ حَقِيْقِيٌّ اللّٰهُ تَعَالَى هَـ يَـ هَـ - مَعْنَى وَ مَفْهُومٌ يَهْ هَـ كَهْ هَر مَذْهَبٌ كَهْ لِیْهَ اللّٰهِ كِي طَرَفٌ سَهْ اَيْكٌ قَبْلَهْ مَقْرُرٌ هَـ جَسْ كِي طَرَفٌ وُهْ مَتَوَجِّهٌ هُوْ كَرُ عِبَادَتٌ كَرْتِے رَهْتِے هِيْن<sup>25</sup>

القرطبي لکھتے هِيْن كَهْ جَمْهُورٌ قِرَاةٌ كِي قِرَاةٌ "هُؤْمُوْلَيْهَآ" اِسْمٌ فَاعِلٌ عَامٌ هَـ، كِيُوْنَكَهْ اِسْ كَامْرَجٍ لَفْظِ كُنْ هَـ، اَوْر اِمَامُ ابْنِ عَامِرٍ شَآمِيٌّ كِي قِرَاةٌ "مُؤَلَّآهَآ" اِسْمٌ مَفْعُولٌ خَاصٌ هَـ، كِيُوْنَكَهْ فَرَمَا يَا كِيَا كَهْ لُوْ كُوُنْ مِيْنْ سَهْ هَر اَيْكٌ كَهْ لِیْهَ اَيْكٌ خَاصٌ قَبْلَهْ هُوْ كَا جَسْ كِي طَرَفٌ وُهْ مُخْتَلَفٌ قِسْمٌ كِي عِبَادَاتٌ كَرْتِے رَهْتِے هِيْن - جَبْ هَمُ اِسْ آيَاتٌ كِي دُو قِرَاةٌ كُو نَظَرٌ عَمِيْقٌ سَهْ دِيكْهَتِے هِيْن تُو هَمِيْن اَيْكٌ خُبْرٌ بَصُوْرَتٌ زَنْبِيْلٌ مَلْتِي هَـ، جَسْ كَهْ ذَرِيْعَهْ سَهْ بِلَاغَتِ قُرْآنٍ اَوْر اِعْجَازِ قُرْآنٍ كُو كَمَا حَقَّقَهْ كَامِلٌ اَوْر جَلِي اِنْدَازَهْ سَهْ ظَاہِرٌ كَر سَكْتِے هِيْن - اَوْر وُهْ اِسْ طَرَحٌ كَهْ بِيْشَكٌ تَمَامٌ لُوْ كٌ قَبْلَهْ كَهْ مَانِنِ الْوَالِوُنْ كَهْ لِیْهَ اَيْكٌ قَبْلَهْ هَـ، جَسْ كِي طَرَفٌ وُهْ مَتَوَجِّهٌ هُوْ كَرُ عِبَادَتٌ كَرْتِے هِيْن - يَهْ بَهِي وَضَاحَتٌ مَلْتِي هَـ كَهْ بِيْشَكٌ اللّٰهُ تَعَالَى اِپْنِے بِنْدُوُنْ كُو حَكْمٌ دِيْتَا هَـ كَهْ اِپْنِي عِبَادَاتٌ مِيْنْ قَبْلَهْ كِي طَرَفٌ مَنَهْ كَرِيْن - "الْوَجْهَةُ" سَهْ مَرَادٌ وُهْ قَبْلَهْ هَـ جَسْ كَا اِرَادَهْ اللّٰهُ سَبْحَانَهْ نَهْ بَذَاتٌ خُودٌ كِيَا هَـ - يِهَاں وَجْهَةٌ سَهْ وُهْ مَرَادٌ نَهِيْن جُو اَيْكٌ بِنْدَهْ كَسِي دُوسَرِے بِنْدِے كِي طَرَفٌ مَتَوَجِّهٌ هُوْ كَرُ تَا هَـ - اَوْر بَهِي تَوْضِيْحٌ مَلْتِي هَـ كَهْ بَے شَكٌ بِنْدَهْ قَبْلَهْ كِي طَرَفٌ رُخٌ كَرْنِے مِيْنْ وُهْ تَبْدِيْلِي اِخْتِيَارٌ كَرِے كَا جُو اللّٰهُ سَبْحَانَهْ وَتَعَالَى كَا فَرْمَانٌ هُوْ اَوْر بِنْيَادِي طَوْرٌ پَرُ بَهِي اَيْسَا عَمَلٌ كَرِے كَا جُو اِسْ كَهْ اِيْمَانٌ اَوْر اِطَاعَتٌ رَبِّي پَر دِلَالَتٌ كَرْنِے وَالَا هُو -<sup>26</sup>

در حقيقت وُهْ قَبْلَهْ هُوْ كَا جَسْ كِي طَرَفٌ بِنْدَهْ مَتَوَجِّهٌ هُو تَا هَـ، بِيْشَكٌ خُدَايَ وَحَدَهْ لَشْرِيْكَ كَا بِنْدَهْ اللّٰهِ كَهْ حَكْمٌ اَوْر اِپْنِے اِرَادِے سَهْ مَتَوَجِّهٌ هُوْ كَا - فَرْقٌ اِتْنَا هَـ كَهْ جَبْ آدَمِي صَرْفٌ اِپْنِے اِرَادِے سَهْ مَتَوَجِّهٌ هُو تُو يَهْ مَجَازًا هُوْ كَا - اِگر وُهْ اللّٰهُ تَعَالَى كَهْ اِرَادِے سَهْ مَتَوَجِّهٌ هُو تُو يَهْ حَقِيْقَتًا هُوْ كَا - "مُؤَلِّیْهَآ" اِسْمٌ فَاعِلٌ كَهْ صَيِّغٌ سَهْ جَبْ وُهْ بِنْدَهْ خُدَا اِپْنِے اِرَادِے اَوْر كُو شَشْ سَهْ مَتَوَجِّهٌ هُو نَهْ وَالَا هُو تَا هَـ

<sup>23</sup> ابو الحسن علی بن سلیمان بن الفضل النحوی البغدادي، وهو الاخفش الصغير مشهور؛ محمد بن يعقوب بن ابراهيم الفيروزآبادي، البلخي في تراجمة النحوي واللغة (رياض: دار سعد الدين للطباعة والنشر والتوزيع، 1421 هـ)، 153.

<sup>24</sup> ابواسحاق ابراهيم بن السري بن سهل الزجاج، كان فاضلا، المصنفات الحسنة منها كتاب معاني القرآن وغيره ثوني، في جمادى الاولى سنة احدى عشرة و ثلاثمائة؛ ابوالفداء اسماعيل بن عمر القرشي بن كثير، البدايه والنهائيه (بيروت: دار الفكر، 1407 هـ)، 11: 158-159.

<sup>25</sup> شخص الدين محمد بن احمد القرطبي، جامع لاحكام القرآن (قاہرہ: دارالکتب المصریہ، 1384 هـ)، 2: 164-165؛ ابو جعفر محمد بن جرير الطبري، جامع البيان في تاويل آي القرآن (بيروت: المؤسسة الرساله، 1420 هـ-2000 ع)، 2: 29.

<sup>26</sup> حسن عبد الجليل، من اوجه القراءات القرآنيه ابدال الحروف واثره في التفسير (أردن: المجلة الاردنية في الدراسات الاسلاميه، 1427 هـ)، 8.

اور "مَوْلَاهَا" اسم مفعول کے صیغے سے تو مفہوم یہ ہو گا کہ اس کو متوجہ کیا جائے گا، صرف اللہ تعالیٰ کے ارادے اور اس کے امر کی طرف اور اسی طرح قرآن کی تصریح بندے کے ارادے کی موجودگی میں ہوتی ہے۔ حقیقت کی نفی نہیں کی جائے گی کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ تمام افعال کا خالق ہیں۔ (اور اللہ نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے کاموں کو تخلیق بخشی) اور جب بھی اللہ کا ارادہ اور بندے کا ارادہ جمع کرنا مقصود ہو تو دونوں قراءتوں کے بغیر مشکل ہے، اور ایک قراءت کے لانے سے جملہ مستقل نہیں ہوتا اور کلام نامکمل رہتا ہے۔<sup>27</sup>

### حاشیہ ال عمران آیت 81

ال عمران کی آیت نمبر 81 وَإِذْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ لَمَا آتَيْنُكُمْ مِنْ كِتَابٍ وَحِكْمَةٍ كَا حَاشِيَةِ هِيَ:

(قوله وما موصولة على الوجهين) وعلى الاول هي مبتداء وقوله من كتاب وحكمة بيان لها واتيتمك صلها والعائد مقدر. وقوله ثم جاءكم معطوف على الصلة فهو صلة والعائد منه قيل مقدر أي جاءكم به وقيل الربط حاصل باعادة الموصول بمعناه في قوله لمامعكم. والخبر محذوف، تقديره تؤمنون به وتنصرونه، اي بالرسول المذكور.<sup>28</sup> دونوں وجوہ کے اعتبار سے لفظ "ما" کو موصولہ مانا گیا ہے۔ وجہ الاول کی بنا پر اس کو مبتداء مانا جائے گا اور "من" کتاب و حکمتہ "اس کا بیان اور فعل "آتیتکم" اس کا صلہ ہو گا۔ کسی نے کہا کہ ضمیر عائد مقدر ہوگی، تقدیری عبارت "جاءکم به" ہوگی، اور کسی نے کہا ہے کہ اس میں ایک ربط ہے، جو موصول کے اعادہ سے حاصل ہوتا ہے، اس صورت میں اس کا معنی "لمامعکم" والا ہو گا۔ اور خبر کو محذوف ماننے کی صورت میں تقدیری عبارت ہوگی کہ ان پر ایمان بھی لانا ہے اور ان رسولوں کی مدد بھی ہر حال میں کرنی ہے۔

اس آیت میں قراءات متواترہ سے دو مشہور قراءتوں کا تذکرہ ملتا ہے:

☆ (لَمَّا آتَيْنُكُمْ) لام کو کسرہ کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ امام حمزہ الکوفیؒ کی قراءت ہے

☆ (لَمَّا آتَيْنُكُمْ) لام کو فتح کے ساتھ پڑھا گیا ہے۔ یہ باقی نو قراءت عشرہ کی قراءت ہے۔<sup>29</sup>

### قراءات کے تفسیری اثرات

مشہور ماہر قراءات امام ابن خالویہؒ کے اقوال کی روشنی میں درست معنوں میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے کہ کسرہ والی قراءت کی دلیل یہ ہے کہ لام کو حرف جر جبکہ (نا) کو اسم موصول مبنی بر سکون پڑھا گیا، کیوں کہ یہ محل جر میں ہے، لہذا (الذی) کے معنی میں لیا گیا ہے۔ اس قراءت کی روشنی میں آیت کی تاویل اور اعراب کو دو وجوہ سے دیکھتے ہیں۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد اس وجہ سے لیا تھا کہ ان کو کتاب اور حکمت دی ہیں۔ پھر اس کے بعد اگر تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف

<sup>27</sup> دکتور محمد الحبش المصری، القراءات المتواترة واثرها في الرسم القرآني والاحكام الشرعية (دمشق: دار الفکر، 1419ھ)، 143۔

<sup>28</sup> الجمل، حاشیہ الجمل علی تفسیر الجلائن، 1: 292۔

<sup>29</sup> ابن الجزری، النشر، 2: 181؛ عبدالفتاح بن عبدالغنی القاضی، البدور الزاهرة فی القراءات العشر المتواترة من طریق الشاطبية

والدررة (بیروت: دار الکتب العربی، سن)، 67۔

سے رسول آئیں تو بھر پور طریقے سے اُس کی تصدیق محمد ﷺ کے نام سے کرنا، اس لیے کہ محمد ﷺ کا نام اُن کی کتاب تورات میں مذکور تھا کہ یقینی اور لازمی طور پر ان پر ایمان لانا۔ دوسرے یہ کہ مذکورہ عبارت میں لفظ ميثاق بمنزلہ استخلاف کے ہے، جس کا مفہوم یہ ہو گا کہ جب اللہ تعالیٰ نے حلف لیا نبیوں سے ان لوگوں کے لیے جن کو کتاب اور حکمت دی کہ جب تمہارے پاس رسول ﷺ آئیں جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرنے والے ہوں تو لازمی طور پر ان پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اُن کی مدد اور حمایت کرنی ہے۔<sup>30</sup>

امام الطبری نے فتح والی قراءت کی دلیل دیتے ہوئے (ل) اور (ما) دونوں کو دو مختلف زاویہ سے دیکھا ہے۔ اول یہ کہ لام کو ابتدائیہ جب کہ (ما) کو اسم موصول (الذی) کے معنی میں لیا ہے، محل رفع میں ہونے کی وجہ سے مبتداء ہے۔ اس کے بعد والافعل (آتَيْتُكُمْ) اسم موصول کا صلہ ہے اور اس فعل میں ایک ضمیر عائد محذوف ہے۔ تقدیری عبارت ہوگی: آتَيْتُكُمْ، وخبر المبتداء جملة (لتؤمنن به۔ مفہوم یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا نبیوں پر ان لوگوں سے کہ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو تم پر لازم ہے کہ اُن پر ایمان لانا۔ پس اس بات کو بھی جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یقینی طور پر بغیر کسی وسیلے وغیرہ کے تمام انبیاء و رسل سے عہد لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ عہد لینا انفرادی نہیں تھا بلکہ اجتماعی تھا کہ تم ایک دوسرے پر ایمان لانا اور ایک دوسرے کی مدد بھی کرنا اور اس کو حکم خداوندی سمجھ کر عمل کرنا؛ اسی میں تمہاری لیے فلاح اور ہمیشہ کی کامیابی اور کامرانی ہوگی۔<sup>31</sup> دوسرے یہ کہ لام کو قسمیہ مانا گیا اور لفظ (ما) کو اسم شرط مان کر محل نصب میں فعل (آتَيْتُكُمْ) کے لیے مفعول بہ ثانی بنایا۔ اس حیثیت سے مفعول اول مخاطب کی ضمیر ہے، جو فعل کے ساتھ متصل ہے۔ کلام کا مفہوم یہ ہو گا کہ کوئی بھی چیز جب تم کو دے دی جائے تو خواہ وہ شرطیہ طور پر کوئی کتاب اور حکمت ہی کیوں نہ ہو؟ اس پر ایمان لانا لازمی اور عمل کرنا فرض ہے۔<sup>32</sup> نیز یہ بھی فرمایا گیا ہے: "واخيراً رجع الامام ابو جعفر الطبری قراءة المجهور"<sup>33</sup> آخر میں امام الطبری نے جمہور قراء کرام کی قراءت یعنی نصب والی قراءت کو راجح قرار دے کر اسی پر عمل کیا ہے۔

#### خلاصہ بحث

البقرة آیت 37 کے تفسیری اثرات کو دیکھیں تو پہلی قراءت کی بنیاد پر لفظ "کلمات" کو فاعل اور "آدم" کو مفعول بنایا گیا، یہ وہی کلمات تھے جن کے ذریعے سے حضرت آدم نے اللہ تعالیٰ سے مغفرت و دُعا مانگ لینے کے ساتھ اُن کی نجات اور توبہ کا سبب بھی بنے تھے۔ دوسری قراءت کے مطابق لفظ "آدم" فاعل اور "کلمات" مفعول ہو گا۔ یعنی بابائے آدم علیہ السلام نے بذات خود

<sup>30</sup> ابن خالویہ، الحجی فی القراءات السبع، 111؛ القیس، الکشف عن وجوه القراءات وعللها، 1: 81؛ ابن زنجلی، حجة القراءات، 168؛

الطبری، تفسیر جامع البیان عن تاویل آی القرآن، 3: 405۔

<sup>31</sup> الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، 3: 405؛ ابراہیم بن السربن سہل الزجاج، معانی القرآن واعرابه (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1408ھ-1988ء)، 1: 437؛ القیس، الکشف عن وجوه القراءات السبع، 1: 81؛ الطبری، تفسیر الطبری، 3: 404۔

<sup>32</sup> ابن زنجلی، حجة القراءات، 169؛ شہاب الدین محمود بن عبد اللہ الالوسی، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی (بیروت: دارالکتب العلمیہ، 1415ھ)، 3: 336؛ ابو حیان محمد بن یوسف اللاندسی، البحر المحیط فی التفسیر (بیروت: دارالفکر، 1420ھ)، 2: 533۔

<sup>33</sup> الطبری، جامع البیان عن تاویل آی القرآن، 3: 405۔

اللہ عزوجل سے یہ کلمات سیکھ لیے تھے۔ اُن کو لینے کے بعد حفظ کیا اور انھی کے ذریعے سے دعا بھی کی وہ کلمات رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ تھے۔

البقرہ آیت 148 میں پہلی قراءت کی بنیاد پر لفظ "مَوْلَاهَا" کو اسم مفعول بنایا گیا۔ کلام کا مفہوم یہ ہو گا کہ اقوام میں سے ہر ایک کے لیے ایک قبلہ ہے جس کی طرف وہ اپنے چہرے کر کے عبادت کرتے رہتے ہیں، دوسری قراءت کی بنیاد پر "هُوَ مَوْلَاهُمَا" کو اسم فاعل کے ساتھ پڑھا گیا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ اسم فاعل کے صیغے سے جب اللہ تعالیٰ کا بندہ اپنے ارادے اور کوشش سے متوجہ ہونے والا ہوتا ہے تو وہ جب بھی اچھا یا بُرا کام کرے گا اس کا ذمہ دار بھی خود ہو گا، کیوں کہ وہ بذاتِ خود اُس کام کا فاعل ہے۔

اَلِ عَمْرَانَ آیت 81 کے تفسیری اثرات کا حاصل بحث یہ ہے کہ سہ والی قراءت امام حمزہ کوئی کی قراءت ہے اور اس کے مطابق مفہوم کلام یہ ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جب بھی کوئی چیز تمہیں عنایت کر دی جائے تو خواہ شرطیہ طور پر کوئی کتاب ہی کیوں نہ ہو؟ اُس پر ایمان لانا ضروری اور عمل کرنا فرض ہے۔ مزید فرمایا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حلف لیا اپنے نبیوں سے ان لوگوں کے لیے جن کو کتاب اور حکمت دی کہ جب تمہارے پاس رسولِ اکرم ﷺ آئیں جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرنے والے ہوں تو یقینی طور پر اس پر ایمان لانے کے ساتھ اُس کی مدد بھی کرنا تم پر فرض عین ہے۔ فتح والی قراءت جمہور قراءِ کرام کی قراءت ہے، اس کی بنیاد پر کلام کا مفہوم اس طرح سے ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے عہد لیا ان لوگوں سے اپنے رسولوں اور نبیوں کے لیے کہ جب وہ تمہارے پاس آئیں تو لازمی طور پر اُن پر ایمان لانا۔ سو اس بات کو بھی جاننا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لازمی طور پر بغیر کسی وسیلے وغیرہ کے تمام انبیاء اور رسولوں سے عہد لیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ عہد لینا انفرادی نہیں بلکہ مجموعی تھا کہ تم ایک دوسرے پر ایمان لانا اور ایک دوسرے کی مدد بھی کرنا، اور اس کو اللہ کریم کا حکم سمجھ کر عمل کرنا، اسی میں تمہاری فلاح اور ہمیشہ کی کامیابی اور کامرانی مضمر ہے۔ نیز یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد اس وجہ سے لیا تھا کہ اُن کو کتاب اور حکمت دی ہیں۔ پھر اُس کے بعد اگر تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول آئیں تو بھرپور طریقے سے اُس کی تصدیق محمد ﷺ کے نام سے کرنا، اِس لیے کہ رسولِ مکرم ﷺ کا اسم گرامی اُن کی کتاب تورات میں مذکور تھا، کہ یقینی اور لازمی طور پر ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عالم اسلام میں جمہور قراءِ کرام کی قراءت مروج اور قابلِ اعتماد ہے۔ بہر حال دونوں قراءات کی تاویلات الگ الگ ہیں۔ دونوں اپنے اپنے مقام میں درست اور قابلِ بھروسہ اور قراءاتِ عشرہ متواترہ میں شامل ہیں۔ لہذا دونوں کو صحیح سمجھ کر تسلیم کرنا قرآن مجید اور احادیثِ نبویہ ﷺ کی رُو سے درست فیصلہ ہی ہو گا۔